رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳
REGISTERED NO. A. 783



ممتاز المطابع پریس لکھنؤ وکٹوریا اسٹریٹ میں باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین مالک و اڈیٹر چھپ کر شائع ہوا
قیمت فی پرچہ ۲ر

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب و مذاق کے موافق معلوم ہون تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ مالخیر شما بسلامت۔ بندرہ برس ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنہین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلاقیمت جاری کروائین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاک کے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ گھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار حساب نامہ مینیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دولتخانے پر نیازمند مینیجر خود نہین پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت مین مینیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنہین خطوط و منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

* لطف حیوٰۃ کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے مفصل اشتہار صفحہ ۲ و ۱۱ کے درمیان پشتی مین ملاحظہ ہو۔

جلد ۱۴ نمبر ۱۶
مضامین غیر
۲۰ اپریل ۱۹۳۰ء

عطوفت نامہ منطق آرا بیگم
بجواب نصیحت نامہ لارڈ اروِن

ان نو تمیں کیا کہ رہی تھی؟ اے وہی نگوڑی آزادی بھی کا گھر ٹوٹا۔ ولایتی ڈھمن چاہتی تھیں کہ بھولی بند کو اپنے ساتھ لیے پھریں۔ سنتی ہوں کہ وقتی سی بات پر میاں بی بی میں خوب ٹھن چکی۔ وہ فرماتی تھیں کہ تم نے پہلے سے اپنے یہاں کے طور طریقے مجھے کیوں نہ بتائے جو میں تمہارے ساتھ نکلتی۔ یہ کہتے تھے کہ ہندوستان کا پردہ تمام دنیا کو معلوم ہے کوئی چھپا نہیں۔ تم پڑھی لکھی ٹھل پاس ہو۔ اخبار دیکھتی ہو کیا تم ٹھی تھیں۔ آخر اسی وقت سے تن من کا لاگا لگا۔ میاں کھٹے دن قریب کٹتیں رات رنڈا نگوڑا زن مرید بی بی کے نکتوں سے اٹھا اٹھا۔ وہ جھگڑے لگاتی رہیں۔ سے فرمائش در فرمائش۔ مارے فرمائشوں کے میاں کا بوگرا نکال دیا۔ موٹر لی گئی کرایہ کی کوٹھی حضرت گنج میں آراستہ ہوئی۔ خانساماں بیرے دھوبی مہتر نوکر رکھے گئے۔ بیرسٹر دوستوں کی دعوت پھر دعوت بھی خالی خولی رو کھی پھیکی نہیں۔ کالے پانی کی وہ ندیاں بہیں روزانہ دعوتیں ہونے لگیں مگر غریب اپنے بچے کی صورت دیکھنے کو ترس گئی۔ وہ بیچارا آنے کا قصد بھی کرتا تو آزاد بیگم کہتیں تم اپنے جاہل غیر مہذب ماں باپ سے مل کے میری توہین کرتے ہو۔ صاحبزادے تو کبھی ۲۰ تے گھر کیا کرتے مجبور رہتے۔ بیرسٹری چلتی نہ تھی ایک تو نئے نئے بیرسٹر دوسرے نصیب اوچھی ذلیلیں گھٹیا وکیل سمجھے جائیں نام نکل جائے تیسرے فوٹو مارا مقدمہ لانے میں ترغیب کرنے کی فرصت کہاں بھرے گی طرح

تو پوری فرصت بی آزاد جو ہمیشہ رہتیں۔ جب فاقوں کی نوبت آئی قرض میں بال بال بندھ گیا تو بڑھی دلہن یاد آئی۔ آتے اور بیٹھتے ہی روپیہ کا سوال پیش کر دیا۔ باوا کو صورت سے نفرت ہو گئی تھی وہ بات نہ کرتے تھے مگر یہ سے یہ بیرسٹر دس پانچ ہزار روپیہ میرے پاس تھے وہ میں نے دفعہ دفعہ کر کے دے دیے اور ہر زبان سے کچھ کچھ سمجھاتی رہی کہ میاں صاحبزادے اپنے حواس درست کرو چند روز بیس ہزار روپیہ تمہاری کمائی پڑھائی میں صرف ہوا دل میں آس تھی کہ شہد و تھیک ہے تو میاں انگلیاں نہ ہوگا۔ چار پانچ سو روپیہ مہینہ تم ضرور کما لو گے۔ تم وہاں سے آئے لنگور بن کے مگر یہ جانتے کہ تم ہی اپنی ماں اور باپ کے وارث نہیں ہو آخر جوان جوان بہنیں بھی ہیں انکی شادی بیاہ کا سامان کرنا ہے۔ پھر سلامتی سے سوتیلی ماں بھی ہیں۔ وہ سال چھے ایک جھول جن دیتی ہیں انکا بھی تمہارے باپ کو اٹھانا پڑتا ہے میں کب تک تمہارا خرچ نباہ کرونگی۔ باپ تمہارے ہیں تو رئیس مگر کوئی قارون تو نہیں ہیں سچ پوچھو تو جتنا اضرار تمہیں پر اٹھا اپنی کسی اولاد کو نہیں دیا اب وہ قسم کھا بیٹھے ہیں کہ آئندہ ایک کوڑی نہ دوں گا۔ اللہ جانتا ہے تمہارے گھرانے بھر میں کسی نے کالا پانی نہیں پیا۔ اسے حرام سمجھ کر گھر بھر نجس۔ مگر کون سنتا ہے؟ دو چار مرتبہ کہا بڑے آخر وہ جو لونڈے پر شیش (تھیس) اچھے نئے پیلے دیدے نکال کے فرمانے لگے "دیکھیے میں بیرسٹر ہوں آپ برابر پرسنل اٹیک کر رہی ہیں آپ کو میری ذاتیات میں دخل دینے کا حق نہیں اگر آئندہ آپ نے کوئی ایسا لفظ کہا تو میں کورٹ کے ذریعے اپنے حقوق انسانیت کی حفاظت کرنے میں تامل نہ کروں گا"

لاٹ صاحب آگ لگے اس تعلیم کو بھونکا پڑے اس آزادی میں۔ صاحبزادے اپنی ماں کی چوٹی پکڑ کے کچہری دربار لیجانے کی دھمکی دیتے ہیں۔ اے تیرے قدرت اے تیری شان! اسپر بھی میں جس قدر سائی تھی خاطر مدارت کرتی رہی آخر گھنگھو ہو گئی۔

ادھر آزاد بیگم نے بیسٹ سے پاؤں نکالے۔ گھوڑ دوڑ میں بازیاں بدنے اور ہارنے لگیں۔ مگر کتوں پر لگا میاں کے دوست دو چار تو بی بی کے ہزار دو ہزار ماتحت کہاں کچھ بھرے رہتے گئے۔ انکی یہ ہے پانی کا خرچ جانتا تھا کہ ایک خاندان اچھی طرح عیش آرام کے ساتھ اتنے خرچ میں پل جائے۔ وہ سب خرچ کا کیا ٹھکانا ہے۔ اب ذرا نتیجے کی آزادی پھر آزادی ہے ایک دن صاحبزادے جا بجا بیٹھی کی خبر بجا میں درانہ چلے گئے تو وہاں کچھ اور ہی گل کھلا ہوا تھا میں آزادی اور کوئی اجنبی آزاد تجھے میں پائی گئیں آزادی کے ساتھ بے غل وغش سو رہے تھے انکے بوٹ کی چاپ سے دونوں کی آنکھ کھلی۔ ہندوستانی غلام پھر غلام ہے یہ آزادی صاحبزادے کے دل میں کھٹکی۔ ابھی کچھ منہ سے نہ نکلا تھا کہ آزاد جوڑا کھڑا ہو گیا اور صاحبزادے پر آزادی کی مار پڑنے لگی۔ دنیا آزادی کی ایکسی مردانی آزادی کا کھیل۔ اللہ ڈرے اور بندہ لے مگر میں آزادی کی منطق کی قائل ہوں جب کمرہ پر آزادی کا داغ لگا تو کہتی تھی یہ بیچارے تم بغیر اطلاع کیوں چلے آئے۔ ڈیئر اس طرح کی خلل اندازی تہذیب و آزادی کے خلاف ہے زنانے بوٹ نرم ہوتے ہیں۔ دس پانچ حملوں میں جب بدل گئے تو بی آزادی نے میز کے سامان سے چوتھی کھیلنی شروع کی۔ پیپر ویٹ اٹھایا اور دھڑ سے کھینچ مارا۔ وہاں لیا اور دو تین دو تین وسیلے کرنے لگیں۔ ہندوستانی کی بوتل جو منہ پر پڑی تو صاحبزادے کا منہ بے کچھ کیے دھرے کالا ہو گیا۔ ادھر زور شور کی ادھر خود ہی تھانے پر جا پہنچیں۔ رپورٹ لکھوا دی کہ شراب پی کے بھوکے پیاسے شوہر نے شب کو ناگہانی حملہ کیا۔ میرا خیال ہے کہ یہ شخص دفعتہ پاگل ہو گیا۔ بیچیے صاحب کوٹھی میں بی آزادی کی حفاظت کے لیے پولیس کا پہرا ہو گیا۔ صاحبزادے بھیجے گئے ڈاکٹر کے پاس۔ اگر یہ بھیجے نہ جاتے تو بیچارے خود ہی جاتے۔ آزادی نے سلوک ہی ایسا کیا تھا۔ کہیں قریب ہوتے تو میں جا کے لہو ہی چونا لگا دیتی۔ مختصر یہ کہ پہرا انکے بعد غریب نے گلا ازل گردن پکڑ کے دفع کیا۔ آزاد کو

راضی نامہ داخل کرنے کے عوض منہ چھپائی دی۔ ولایت تک سکنڈ کلاس کا پورا خرچ رہا کہ یہ آزادی جہاں کی بلا ہے وہیں جائے تب صاحبزادے کی جان بچی مگر عادتیں ایسی بگڑ گئیں کہ وحشت نہ گئی۔ سبطین آباد (یعنی امجد علیشاہ کے مقبرے) کی کوٹھریاں جہاں کرانیوں کے قریب رہتے ہیں جو کچھ ملتا ہے اسکا ولایتی پانی نوش کرلیتے ہیں۔ جہاں میرے کلیجے سے خون کی بوندیں ٹپکتی ہیں۔ ہائے کس ناز نعمت سے پالا پرورش کیا۔ کبھی پھول کی چھڑی تک نہ چھوائی۔ معشوقوں کا کھلایا پہنا پرا ہوا کہ آزاد گوروں کی ٹھوکریں کھائیں۔ جیتی پرانی پیوند زدہ پتلون اور گھونس کی کھال کی ٹوپی پہن کے چپلی صاحب بننا پھر بھی اسقدر مرغوب ہے کہ گھر میں آنے اور مرد آدمیوں کی طرح رہنے کا نام نہیں لیتے۔

لاٹ صاحب! میں نے پرانی کتابوں میں آزادی کے معنی تلاش کیے تو معلوم ہوا کہ انسانی آزادی کی منطقی تعریف چند لفظوں میں ناممکن ہے۔ اسکے لیے کوئی ضابطہ بھی مقرر نہیں۔ جس طریقے سے کسی قلم کے رہنے والے خوش و خرم رہ سکیں وہی آزادی ہے سمندر پار جس مجوسے چیز کا نام آزادی ہے اگر تم ریاستوں کو ایسی ہی آزادی کی طرف منتقل کرنا چاہتے ہو تو میں کبھی چاہوں کہ انکی شامت آگئی اور سلیح انکی چند پر آزادی کی ٹھوکریں پڑینگی جس طرح کہ میرے بچے پر آزاد ہو کے جلتوں۔ وہ ہوگی گوری پر میں کالے۔ کسیرو کی پہیلی ہے ؎

کسی کے منہ سے نکلی بات

(مدور دن ہے یا پھر رات)

بتاؤ دن رات کا سنجوگ آج تک کبھی ہوا؟ جب دن ہوتا ہے تو رات نہیں ہوتی جب رات آتی ہے تو دن غائب ہو جاتا ہے۔ ریاستیں اگر کسیرو کا پہیل ہو جائیں تو شاید دونوں ایک جگہ جمع ہو سکیں۔

ریاستوں کے اکثر لوگ ولایت سے آزادی باندھ لائے ہیں۔ تم بھی آزادی پکارتے ہو منطق کی رو سے آزادی وہی آزادی ہو سکتی ہے جو والا جت میں پیدا ہوئی ہندوستان اور ولایت کے خیالات میں دن اور رات کا فرق ہے لہذا چبا چبا کے تقسیم کرنا ٹھیک نہیں صاف صاف کہہ دو کہ ایسی آزادی کے استقبال کی تیاریاں پہلے سے کی جائیں بھلا کیا نتیجہ ہوگا اگر بی آزادی میری آزاد ہوگی طرح پھر سمندر پار ڈھکیلی گئیں۔ اور اچھے بھلے لوگوں کا چلن بگاڑ کے جہاں سے آئی تھیں وہیں سدھار گئیں بعیں تو ہندوستانی رہنے کی حالت میں آزادی وہ کہاں ہے۔ یہ آزادی جب تک ہم بیجا مداخلت اور دست درازی سے آزاد نہوں پیدا نہیں ہوسکتی۔ جدید آزادی کا طریقہ باہر والوں کی پشتاپی ہوئی زنجیر ہے جس ایک لطیف منطقی اور شاعرانہ اشارہ کرتی ہوں سنو ابوبکر محمد بن ہاشم خالدی نے سیف الدولہ کی شان میں ایک قصیدہ کہا جسکا ایک شعر ممدوح کو بہت اچھا لگا ؎

فوجہ کلہ قمر

وما ترجمہ اسد

دیکھو تو ہلال چاند ہے۔ اور شیر یل ببر شیر ہے) امیر صاحب یہ شعر پڑھتے تھے اور بعض اُن حال کے نقشہ پرداروں کی طرح جنکی ماں معرفہ ہے اور باپ نکرہ اپنی تعریف پر جھوم رہے تھے اتنے میں شیطی شاعر وارد ہوا مداح کی تعریف کا اثر دل پر تھا مگر شیطی کی صورت دیکھتے ہی حضرت نے کہا دیکھو کیا شعر ہے

فوجہ کلہ قمر

وما ترجمہ اسد

شیطی ہنس کے کہنے لگا "حضور شکر کا سجدہ کیجیے اللہ نے حضور کو عجائب المخلوقات میں نرالا حلیہ عنایت کیا"۔

یہ آزادی بھی عجائب المخلوقات میں سے ایک ہے ؎

فوجہ کلہ قمر

وما ترجمہ اسد

ایسی بکری جنکی آزادی جوانی میں تو تیر چلتی ہے مگر خدا جانتا ہے بڑھاپے کے حق میں آفت۔ جوان اسکا بانسا گھروا دیکھ کے لٹو ہو جاتے ہیں اور ادھر جلیان کی چاندنی گئی اندھیرا گھر آیا اور سامر نا زنخرات بیجوں کی چوٹ نے پھرکس نکالا۔ ہم نے انگلستان کے بوڑھے بوڑھیوں کی حالت سنی ہے جو بیٹے خود ہی اس قسم کی آزادی پر بیٹے ہوتے تھے اب خود ہی اپنی قسمت کو پیٹ رہے ہیں تو نہیں پر روتے ہیں۔ معاشرت کے طرز پر آنسو بہاتے ہیں اپنی بیکسی پر آہ کرتے ہیں۔ باقی آئندہ

راقم

سلطان آرا بیگم

دنیائے زندگی میں یہ چرچے ہیں ہر طرف
کم ہو رہے ہیں اتجواجل کے مخاطرے

بے موت کے غزوہ جانستاں سے ہر متنفس کی روح فنا ہوتی رہتی تھی۔ کیونکہ انکی نگاہ و لطف قہر آگیں سے متاثر ہو کے ہر جاندار کو زندگی سے ہاتھ دھونے پر مجبور کردیتی تھی۔ بقول ے ؎

اے مرگ ہزار خانہ ویراں کردی

از بود وجود غارت جاں کردی

ہر جوہر قیمتی کہ آمد بجہاں

بردی و زیر خاک پنہاں کردی

حکیم، وید ہر چند کہ محافظت جان کے ٹھیکیدار تھے لیکن بی صاحب کے بے پناہ وار کے آگے انکی کچھ پیش نہ جاتی تھی۔ ایک نہ ایک دن خود انکے طائر روح کو بھی موت کی توجہ فرمائی پر بصد حسرت قربان ہونا پڑتا تھا۔ لاکھ لاکھ تدبیریں عمل میں لائی گئیں مگر ان کا نتیجہ حصول سوراج کی طرح ہمیشہ ناکامی کے سوا کچھ نہ نکلا۔ اور مجبوراً یہی کہنا پڑا کہ

قضا پر بھی تعجب چلا ہے کسی کا

اگلے زمانہ میں روح اللہ یعنی حضرت مسیح یہ معجزہ ضرور دکھایا کرتے تھے کہ مردے کو اپنی ٹھوکر سے زندہ کر دیتے تھے انکے بعد انکی منہ بولی نسل اس کرامت سے محروم ہو گئی لیکن وہ بیتاب تھی کہ یہ روحانی باپ کا حیات بخش ورثہ اسے کیوں نہ ملا اسکے حصول کے لیے وہ قدرت سے جنگ کرنے لگی۔ وجود کے واسطے افضلیت نہیں تو کم از کم باپ کی ہمسری ضرور ہی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معاونت دادہ دنے
سائنس کے آلات کو وسیلہ قدرت کے موت پر فتح
پانے کے لیے سرگرمی کے ساتھ کوششیں شروع کر دیں
اور صدیوں کی محنتوں کے بعد وہ بھی اب بفضلہ
تم باذنی نہ سہی قم باذن اس کے مردوں کے
جلانے پر قادر ہوگئی۔ چنانچہ حال ہی میں امریکہ
کے ایک ہسپتال میں کسی ڈاکٹر نے ایک بڑے مینڈک
کے جسم سے کئی اعضا کاٹ کے علیحدہ کر دیے اور
جب دیگر ڈاکٹروں نے تسلیم کر لیا کہ مینڈک مر گیا ہے
تو اس ڈاکٹر نے جس نے مینڈک کے اعضا قطع
کر دیے تھے مینڈک کے مردہ جسم میں برقی
داخل کر دی نتیجہ یہ ہوا کہ مینڈک میں جان
آ گئی اور وہ تڑپنے لگا۔ اسی طرح بمبئی کے
ایک ہسپتال میں ڈاکٹر نے بندر کے گلے پر چھری
پھیر کے اسے مار ڈالا اور نصف گھنٹہ کے بعد
ایک دوا پچکاری کے ذریعہ اسکے اعصاب
میں داخل کی۔ چند ہی منٹ گزرنے پر بندر
کا دل حرکت کرنے لگا۔ خون گرم ہوا اور
اسکی نبضیں چلنے لگیں اور چند راٹ کے
بعد جاگنے لگا۔ واقعات مندرجہ کے مانند لندن
کے حیوان خانہ میں بھی امسال دو چھپکلیوں
کو ایک ڈاکٹر نے قید حیوۃ سے آزاد کر کے
انکی روحوں کو پھر قفس عنصری میں مقید
کر دیا۔ شاباش ہے
این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

نتے ہیں کہ اب برقی آمیزش سے کوئی ایسی دوا
تیار کی جا رہی ہے کہ جسکے استعمال سے موت کو موت
آ جائے گی اور عنقریب جانشینان عیسیٰ اعلان
کر دینگے کہ

مردن موقوف مقبرہ مسمار ساختند

اس قسم کے معجزات و مکاشفات کا اظہار کرتے ہوئے
بھی اگر آئندہ کوئی انہیں ناخلف بتائے تو یہ
اسکی سمجھ کا قصور ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ تھوڑے
ہی عرصہ میں بیٹے کی اولاد باپ یعنی خدا سے
برابری کرنے لگے گی۔

مستقبل بعید میں اسی طرح مرنے کے بعد بھی چند
چند ماہ میں لاد دئے جائیں گے جسطرح کہ فی الحال زندگی
کے لیے عمل میں لائی جا رہی ہے۔
بہر حال حس روز عمل کا یہ انقلاب اگر سلسلہ اسی
دنیا تک یہ مقصود جاری رہے گا اور آئندہ نسلیں
کسی کو مرتے ہوئے دیکھ کے یونہی متعجب ہونگی جیسے
کہ بالفعل ہم سب کسی مردہ کے زندہ ہو جانے کی
خبر سے متعجب ہوتے ہیں۔
راقم شیر محمد شمیم۔ ڈگوری۔ ضلع فرخ آباد

دی کل انڈیا غل الفراغ کانفرنس
منعقدہ عالم خیال

یاران عزیز اور میں جانب۔ بہت زمانے سے
ایک عجیب و غریب کانفرنس جمع کرنے کی دھن
میں مبتلا تھے۔ خدا کا ذکر و شکر ہے کہ آخر
عالم رویا میں اسکا انعقاد ہوگیا۔ جیٹ منگنی
پٹ بیاہ۔ کانفرنس کی کارروائی مولانا قلم لکھتا
راقم ہے۔ صاحبان ذہن مستقیم وطبع سلیم کو اپنے
دل میں بھینچنے کی ضرورت نہیں کیا سنی کہ
کانفرنس میں اکا ایک فرو نہ بلایا گیا دنیا کے
سوا کوئی شخص شریک ہونا چاہتا تو شاید ہجوم
کے ساتھ باہر کیا جاتا اور وہی گت بنتی
جو شیخ صاحب کی محفل رنداں میں ہوئی آئی دنیا
کے ذرے کی نیم جرم ہیں۔ نامیج کی محفل
میں۔ مردہ جانور کی بھرے گردوں میں۔ مچھلی کی دودھ
میں۔ ناریل کی بندر کے ہاتھ میں۔ ناک والوں کی
نکٹوں میں۔ غریب کی انگیا کی کانٹوں میں۔ دربار
شروع فی الحضور وسوت وجود خارج نہیں۔ منتظم کو جیسے
کیا دیکھتا ہوں کہ دنل جبل لمبا اور بچھ سیل چوڑا
ڈال ہے اور تے آدمی وہاں بیٹھے ہیں کہ تل
رکھنے کی جگہ نہیں ہیں یوں سمجھیے کہ سائنس باہر
نکل نہیں سکتی سینہ کے اندر ہی اندر گھٹی جاتی ہے
صدر میں ایک برنٹ کا ٹپ سا بنا ہے۔ پلیٹ پر جلے
کا جو کی مسند بچھائی ہے۔ مسند پر ایک بادشاہ کی تخت



مسیح تو صرف مردوں کو جلاتے تھے مگر کمزور کی صفت
کی نسل اب مرنے کے جھنجھٹوں کو بالکل رفع کر کے
زندہ کرنے کی کفایت کے متعلق اس شعر کا مطلب
فوراً صادق کر دکھائے گی کہ

درد سر کے واسطے صندل لگانا ہے مفید
اسکا گھسنا اور لگانا درد سر یہ بھی تو ہے

یقین ہے کہ آئندہ جو لوگ جینے سے تنگ آ جائیں گے
ان کے لیے ڈاکٹروں کو کوئی نسخہ قاطع زندگی
تجویز کرنا پڑے گا۔ کیونکہ موت تو از خود آنے سے
رہی اور بے موت مرنا ایک انہونی بات ہے۔ جلیے

منڈا اجد لیلا نہایت منحوس آدم صورت چار زانو بیٹھا ہوا چاروں طرف اس طرح دیکھ رہا ہے جیسے اس کانفرنس کے تمام شرکاء اُسکی کنیزوں کی اولاد ہیں۔ اسی اثنا میں مجمع نے غل مچایا کہ جلسے کی کارروائی شروع کی جائے بس اتنا سنتے ہی صدر نشین صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے۔

"حاضرین جلسہ میں اپنی ذات کو صدارت کی خدمت کے لیے پیش کروں تو اسکے معنی یہ ہونگے کہ خود مجھے اپنی طبعی صلاحیت صدارت میں ظن مضطرب و تشویش ہے اور اگر کوئی اور اس پردۂ عریاں کو ناخن وجدانیت سے چاک کرے تو سمجھ لیجئے کہ اسے وشتنا فلکی میں انگشت تراوری سے گستاخی کی لنا میں صد مرلہ اور ضرور اس فرش سقراطی پر تیر دوں گا۔ آہ یہ میرا تیز ناک ناز ہے نہفتہ ایک نیاز ہے ناگفتہ۔ ایک ادائے جلیلانہ ہے ناسفتہ۔ جب میں ہاتھ کی سرانگشت میں ہانگے تانگے کا قلم پکڑ کر پرائی تصنیفوں کی نقل کرتا ہوں تو اپنے اندر ایک مسرت محسوس کرتا ہوں مرتعشانہ۔ ایک ارتعاش پاتا ہوں برقانہ۔ جب خواہشات برقیات میں لیسیر الحصول ترعرع پیدا ہوکر صدائے شرت پاش دیتا ہوا قلل نشاپرداری میں جاتی تحلول کی طرح تبسم بیزی کی تجلی نیم رشت کے ساتھ داخل ہوتا ہے تو میں بن جاتا ہوں ایک خدائے سخن فرسا۔ تمام دُنیا کے دماغ سے حادث شدہ نکات میری حقیقی ملک ہیں فانا ربکم الاعلیٰ فقعوالی ساجدین"۔

مجمع کی طرف سے ایک شور "مستند رہو یا المنبد" ہوا۔ اخبار نویسوں نے جلدی جلدی تقریر کے نوٹ لیے مگر تقریر کے آخری الفاظ کی صدائے بازگشت ابھی موقوف نہ ہوئی تھی کہ ایک سترا والطعل نو خیز پیانہ کیف۔ زلف آشفتہ۔ غرے کردہ طالب تدردانی صرف ردنقل جیوتا بھاجتا زرد گھر اتنا خالی گشت اُٹھا ہے ہیرے یا بھوت کے پُتلے کی طرف بڑھا اور کہنے لگا یہ کیا خشکیات ہیں تم کون ہوتے ہو جی۔ اس مجمع کی صدارت کے قابل میں ہوں۔ مگر لوگوں نے اس سیم ضلالہ

کی کچھ پروا نہیں کی ٹانگ کھینچی اور مجلسے باہر کردیا۔ اسکے بعد انجمن تخریب اردو کے سکریٹری صاحب نے اپنی رپورٹ شروع کی۔

"حضرات! یہ انجمن اگرچہ نوعمر ہے مگر تھوڑی سی مدت میں اس نے جو کارہائے نمایاں کیے وہ حدّ و شمار سے زیادہ ہیں مثلاً قدیم شعراء و ادبا نے جو محنت و عرق ریزی اپنی زبان کی اصلاح محاورات کے ضبط و انضباط وغیرہ باتوں سے مدتیں میں جمع کیا اور نامناسب یا غیر معتدل اختلاط سے متعلق کی تھی وہ بفضل خدا بالکل برباد کردی گئی ہے نا سمجھ ادباء اور دربار سے اُنکے تصانیف و نتائج طبع پر بیہودہ مضامین لکھواکے شائع کیے۔ ایسے معترضین کی بہت افزائی کی گئی جنہیں متقدمین کے کلام سمجھنے کی تمیز نہیں۔ اعتراضات کی نوعیت بالکل ذوقی تھی جن اشعار میں ایک ایشیائی معشوق کا سراپا تھا اُنکے خلاف معترض ایک اخلاقی ناصح بن بیٹھا جس شعر میں گل و بلبل کا ذکر تھا اُسے پڑھتے ہوئے فرسودہ مبالغہ آمیز خالی از روحانیت ہونے کا الزام دیا۔ جہاں تشبیہ و استعارہ ہائے لطیف کے ساتھ التزام رہا تھا! دوسرے لفظی صنائع تھے اُنھیں صنعت گت سے تعبیر کیا۔ اُس غریب کا مذہب بھی انکے شریفانہ حملہ سے محفوظ نہ رہا۔ اگلے شعراء کی شاعری اور شاعری کا مقابلہ کرنے کی مجال نہ تھی اُن کا جواب دینے کی قابلیت کیا؟ مگر خالی خولی ناک بھوں چڑھا عینک صاف کرکے اتنا کہہ بیٹھے سے رعب قائم ہو جائے کہ لیجئے شلیاً۔"

پچاس روپے نقد انعام
اور عاشق مزاجوں کو تحفہ

[illegible]

منیجر دی آل انڈیا ازل مسمریزم ہاؤس اینڈ میجیکل ورکس نمبر ۱۵ فیروزپور شہر

دہلیات سے میری طبیعت اس قدر واقف ہے تو زحمت ہمت اُٹھانے لگی ہے۔

اس مجلس الادب گروہ کو ہماری انجمن نے حسب لیاقت خطاب نہیں دیئے۔ لیکن جب لوگوں نے خود ہی اپنے نام کی دُم میں عجیب و غریب الفاظ پرو لئے تو انجمن نے کشادہ پیشانی سے یہی نام قبول کرلیا جسکے وجود وتصنیف میں کوئی دخل انکے ماں باپ کی ذہانت کو نہ تھا۔ گھر میں سکر سوا کی آواز میں سنتے تھے چنانچہ زبان کا از فضل خدا جھنگ انکی بول چال میں موجود ہے مگر فصیح وقت و بلیغ عصر کہلاتے ہیں۔ اردو کے نشاد مجبورے دہ و دبی و طبا سے تکمیل زبان کو نکالنا! گو نہ رو درست عزیزوں کو نہ دوستوں اور سننے والوں کو دکنے وطن کو جہاں تربیت پائی بڑھے برتے پروان چڑھے۔ مگر انکے اہل زبان ہونے کو ہماری انجمن تسلیم کرتی ہے اور ہمیشہ کرے گی ناصاحب ہوگا اگر حضور سکریٹری کی دبتی زبان اور انکے تجربہ اور لیاقت استادگری کے ذیعہ تو تھے یہاں ایک تعریف

سمن لغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۹ سنہ ۱۹۲۶ء

عدالت خفیفہ منصفی شاہ بگرام ضلع ہردوئی

[illegible]

بنام

[illegible]



ایک خیالی خلوت خانہ

سر سائمن:- اس گندے پانی سے منہ دھونا بہت مشکل ہے۔ ناک سڑ گئی۔ چوہا۔ ارے چوہا۔ ارے چوہا!

ونٹرٹن:- ابھی گھبراؤ نہیں۔ اسی میں تھوڑا سا پرمینگنیٹ آف پوٹاش۔ کاربالک ایسڈ ملا دیجئے۔ بس یہی کام کا ہو جائے گا۔

کی زبان سے نقل کریں تاکہ حضار محفل اسکی سحر طرازی کے قائل ہو جائیں ؎

مسر سعدی جنہ ورعی سکٹو سیر کھاں
بانڑو۔ لکھنو۔ پیرو گھسیٹے۔ ممان میاں
مالگاپ۔ بھاؤ سنگھ جھبرے۔ مار ورمی
عبد الغنی سینگو تھی بنی دری سیلاوی

ہم مجدوں کے ناموں سے قطع نظر پسند نہیں کرتے علاوہ کہ ان میں لطافت و علم کا حصہ بہت زیادہ ہے۔

حاضرین تا تمکین ان اسمائے گرامی کی ترقی یافتہ صورتوں پر توجہ فرمائیں اب ان میں کا ہر ایک کم از کم علامہ ہے۔

علامہ فہیم الملۃ والدین صورت کش فطرت بہزاد جذبات۔ سالار سخن مصور معنی علامہ ابوالبیان بانگڑ دوی۔ امام الشعراء محی الدین علامہ جادو رقم جذبات اکمل الشعراء علامہ سعد الدین جگجلوی ابو فضل علامہ اسد السعید خان خلاق جذبات قمر مرزی۔ علامہ ابو فیض عبید اللہ المباسی کیہ جذبات۔ مجدد سخن علامہ مظفر حسین الفاروقی الکوٹھا پوری۔ مار المعانی محقق سخن ابو البصر الجھنگی الدنی ؎

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

زیادہ کوں کہیے چند پر از دیانت تخلص بھی سن لیجیے۔ خراسی۔ لافر۔ قاشی۔ پاسی۔ باسی۔ فراز۔ بلاد گراد۔ اور انکے ساتھ وطن کی نسبت یوں لگا دیجیے خراسی سنگوری۔ لافر گرکانی۔ پاسی گنگانی۔ باسی پنہاری ہی نہیں تیسے یا استاد یا خاندان کا دم چھلا بھی اسی خود ساختہ امیت کا جزو اعظم ہے۔ یہ سب اقلیم سخن کے تاجدار ہیں دوسری زبان اور اسکے محاورات پر مہارت و قدرت حاصل کرنے کے لیے اہل زبان کی تقلید کی حاجت انھیں ہرگز نہیں۔ زبان خیر ہے مہاورگر یہ غیر اہل زبان کی معاشرت کے ناکس ہے مگر یہ بارہا دیکھا گیا کہ دو خندہ فارسی زبان کے جزو ہم وزن جیسیں منکس ورپہ منکس کہتے ہیں مثلاً پاش ریز خیز انگیز دنر مرداش ریز وغیرہ یا اردو کلمات کے ساتھ عربی کے صرفی حقیقی ذات کا الحاق اور دیگر تصرفات کا حق انھیں بغیر ترک بے ربطی کہاں ہے موقع ہو یا نہو۔ لب و لہجہ میں ابھی تک اس قسم کی فصاحت موجود ہے ؎

دکھیو ریختہ خروش وہ وو دنے کا بہ ش
شرافت زادہ بین کا بچوں شیر دلی برس

الحاصل باپ میں صرف دیانت، صرف نزاہت نہیں بلکہ علامہ انجمن وغیرہ کے زیر سایہ آسمان شہرت و ناموری پر مثل نیر نیمروز چمک رہے ہیں۔ باقی آئندہ

واقف

خیال سخن

تنظیم الحیات

"اکانومی آف ہیومن لائف" کا منظوم اردو ترجمہ بغرض نقد و اظہار حسن و قبح موصول ہوا۔

جن حضرات کو شعراء لکھنؤ سے خواہ مخواہ عداوت ہے وہ تو یہ جگن کش انھیں اپنی دشمنی کی آگ میں اسنا بلسنا مبارک۔ ہم سے سیکھیں اور ہم سے ترائیں۔ مگر اکثر عقلا کا یہ خیال صحت سے خالی نہ تھا کہ زیادہ تر یہاں کے شعرا غزل گوئی پر اوقات عزیز صرف کرتے ہیں زندگی خالی غزل گوئی اور عشق پر بسر نہیں ہو سکتی۔ اگلے شعرا نے اصلاح اخلاق پر بھی ہمت صرف کی تھی۔ اور مذہب کی اشاعت میں بھی شاعری سے کام لیا تھا۔ پس انھیں اپنے بچوں کے درستی اطوار معاشرت کا فرض بھی ادا کرنا چاہیے۔ بات معقول ہے مگر یہ کوئی آسان کام نہیں سچ ہے کہ یہاں شاعروں کا دربار کھلا ہوا ہے گلی گلی شاعر نظر آتے ہیں لیکن سب بچارے بول چال کی لطافت کے علاوہ علوم کی طرف سے غافل ہو رہے ہیں۔ انکی تعریف ۱۹۳۰ء میں اودھ پنچ لکھنؤ کی جرح کے عنوان سے دل کھول کر کیجئے۔ تعلیم کوئی آسان چیز نہیں ان غریبوں کو اپنی جہالت سے استفادت کا طریقہ معلوم نہیں بے جانی بوجھی بات میں دخل دیتے ڈرتے ہیں دو مردوں کو معلوم ہے وہ اپنی جہالت کی تجارت سے خاطر خواہ نفع کماتے ہیں زبانی مشق ہے: "بہروں نے موٹھی بیگاریوں نے پیچش پائی"

شکر ہے کہ یہاں کے ذی علم شعرا اب اس طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ قائم ہو گیا تو امید ہے کہ اہل انصاف اپنے اعتراض سے دستبردار ہو جائینگے۔

فی الواقع ہمارے شہر کے مشہور سخن سنج مولانا علی نقی صاحب صفی نے "تنظیم الحیوۃ" کی تالیف و اشاعت سے اس واقعی اعتراض کو برطرف کر دیا ہے۔ مثنوی کے طرز پر ہے ایک نہایت عمدہ نظم اس قابل ہے کہ طلاب کے نصاب درس میں رکھی جائے اور قابل سیاست پیران نابالغ بھی فرصت کے اوقات میں محاسن اخلاق کا درس اسکے مطالعہ سے لیں۔ زبان اور نظم کی متانت کا ذکر بیکار ہے مولانا کوئی گمنام یا نو مشق فرد نہیں ہیں انھوں نے ہر ایک صنف شاعری میں اپنے کمال کا لوہا سخنوروں سے منوایا ہے۔ صرف قصیدہ۔ غزل۔ مثنوی (اردو اور فارسی) ہی نہیں۔ قومی اصلاح کے موضوع پر بھی انھوں نے جب قلم اٹھایا تو دوسروں سے ممتاز نظر آئے۔

اگر سررشتہ تعلیم کے متعدد افراد تعصب سے بری ہیں تو یقیناً یہ کتاب ضرور مقبول ہوگی۔ تقطیع ۱۸×۲۲ پر کھلے کھلے حرفوں میں عمدہ سفید کاغذ پر چھپی ہے کہ نوآموز آسانی کے ساتھ پڑھ سکے۔ ۲۰۲ صفحے ہیں اور ۱ روپے قیمت ہے۔ ادبی پریس لاٹوش روڈ یا خود جناب مصنف سے دہ نشان سروی گنج لکھنؤ مل سکتی ہے۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

صبر و شکر

ایک میاں تھے بد صورت اور انکی بی بی تھیں قبول ہو انصیبین کے چندے آفتاب چندے ماہتاب اتفاق سے ایک روز دونوں ساتھ ہی کے [illegible] اپنے آئینہ کے سامنے کھڑے ہوئے تو بیچ

اور سہرن کا جوڑ بھی کوئی جوڑ ہے۔ بی بی نے جو اپنے پائنتے منہ میں گھس گئے دیکھا تو ذرا سی ناخوش ہو کے بولیں: "خیر اور کچھ نہیں تو خدا کا ساتھ ہی سہی صبر کے لیے یہی بہت ہے۔" میاں نے متحیر ہو کے پوچھا:-

"کیا کہا؟"

بی بی: "کچھ نہیں کلام پاک میں ہے خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے خدا شکر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

میاں: "تو پھر؟"

بی بی: "پھر یہی کہ میری خوبصورتی پر تم شکر کرو اور تمہاری بدصورتی پر میں صبر کرتی ہوں سمجھے اور تم دونوں کو اللہ جنت نصیب کرے۔"

۱۰/ اپریل کی اشاعت میں محترم معاصر البرید نے بعض ظرفائے وقت کی تحسین پر جنکے کارنامے ہمارے ظرافت سے ہم واقف نہیں گزرتے ہوئے دل سے یہ جملہ لکھا ہے "لیکن حقیقت یہ ہے کہ ظرافت و شاعری اکبر کے ساتھ آغوش فنا میں چلی گئی اور ظرافت و انشاپردازی اودھ پنچ کے ساتھ قوم کی بےمذاقی کا ماتم کر رہی ہے۔"

بھائی البرید تم ہو آئینہ تمہیں نہ صبر کی تلقین کی جاسکتی ہے نہ شکر کی مگر ظرافت میں حسن و قبح کی صورت پیدا ہونی ممکن ہے اور اودھ پنچ اپنی ظرافت اور اپنے بے مثل و بے نظیر سخنگار اکبر کی ظرافت پر فخر کرتا ہے۔ کمال کی قدر یہی ہے کہ دوسرے کامل الفن عزت کی نگاہ سے دیکھیں یہ محل شکر ہے۔ خالی یہ نہیں بلکہ مصنوعی ظرفا کے تقابل سے محروم رہنا بھی جنکی عبارت محاسن لفظی و معنوی یا ذہانی کے محکم آثار یا فوائد اخلاقی یا گرہ کشائی رموز سیاست یا اصلاح معاشرت کے اعتبار سے وجہ ظل رکھتی ہے محل شکر ہے بڑے بول بولتے اور مکابرہ سے کام لینے والے کی ایسی تیسی ہم خدا کے دیے ہوئے انعام کو بر بنائے "واما بنعمۃ ربک فحدث" ظاہر کرتے ہیں کبھی فرصت ہو تو اودھ پنچ کی صحت پر غور کرو۔ سنہ ۱۸۷۷ء سے پہلے تمام ہندوستان کی زبان کیا تھی؟ اور اب کیا ہے۔ کوئی دوسرا پرچہ بتا دے جس نے استقلال کے ساتھ اصلاح زبان کی خدمت کی ہو اور نقالوں کے رعب داب کے عالمگیر [illegible] رعب تھا جس نے تعصب کو پاس نہ پھٹکنے دیا ہو۔ جس نے بیجا تحسین کے نتائج کا اعلان کیا ہو۔ جس نے مذہبی عناد کا شائبہ اپنی تحریروں میں نہ آنے دیا ہو۔ جس نے ظرافت کے پائے سے قدم باہر نہ نکالا ہو اور جو دوقافی ہزل و ابتذال و تضحیک کی آمیزش ظرافت میں نہ کی ہو۔ زبان کی غلطیوں سے اپنی عبارت کو بچایا ہو۔ یہ کیا بیہودہ گیا ہو۔ ارے بھئی تم سخن سنج ہو بہت سے مستثنیات تم خود پیدا کر سکتے ہو۔

اور یاروں کی خاطر سے جو لوگ اودھ پنچ کو ذلیل کے رستے میں ازراہ عناد و حسد بیچ نہیں کرتے دیکھتے ہیں انکی خوش مذاقی پر صبر کرو۔

جہل اور تعصب یا تغافل اور بےمذاقی ہے یا نہیں بہر حال نہیں؟۔ حال کے منشیوں کی انشاپردازی دیکھی بھالی پڑی ہو۔ اور کس کا قول ہے "اور کس [illegible] نہیں قابل اور ایک ہے" ہر کس قدر حقیقت [illegible] بھی صحیح ہے اور ذوق ہر کس بقدر معرفت بھی صحیح ٹھیک۔

میم صاحب کی گائے

"ادھر ہوتی ہے اُدھر دیکھیے"

ایک تھیں میم صاحب انھوں نے گائے پالی امیر نوکر رکھا سانی اور بھوسے کا انتظام کیا مگر گائے روز بروز دبلی ہوتی گئی۔ وہ بی کیونکر نہ ہوتی سانی بیچاری کے پیٹ میں کب پہنچتی تھی اسکے دام امیر صاحب ہضم کر جاتے تھے۔ آخر ایک روز میم صاحب نے جھلا کے کہا "ول امیر کیا بات؟ گائے پیٹ دیکھ کم معلوم پڑتا؟"

امیر بولا "حضور آپ تو اس بھل کی طرف دیکھتی ہیں جو بولتا ہے۔ پیٹ دیکھیے پسلیوں سے اونچا ہے"

لیڈی برطانیہ نے بھی گائے پالی ہے پانی کا انتظام اپنے امیروں کے سپرد کیا جنھوں نے دودھ بھی بیچ لیا اور تجارت کے دام بھی جگلی کر گئے لیڈی صاحب کی زبان سے بار ہا یہ کلمہ نکلا کرتا ہے سو کے کی گھر ہو گئی مگر ناظر جواب ایک بات کہتے ہیں کبھی وہ ڈاکٹر صاحب ثروت بولی تھی ہے "حضور جدھر ہوتی ہے اُدھر دیکھیے" کبھی وہ سراجا امیر کا نقشہ [illegible] اس گائے کا موٹا حصہ جسم یا بازو یا ہے کی بدولت لٹکا ہوا ہے۔ ایک [illegible] آسٹرن کا ذکر ہے کہ لارڈ [illegible] کسی دعوت میں شریک ہوئے۔ پیٹ بھر کر [illegible] کی سوجھی۔ فرمایا کہ جو لوگ کہتے ہیں برطانیہ کی تجارت نے ہندوستان کو لوٹ لیا وہ جھوٹے ہیں ہندوستان کی آمدنی ہماری تجارت کی بدولت بڑھ گئی ہے۔ واللہ سچ کہا پیٹ بھرے ...... سے ڈرنا چاہیے غریب [illegible] صنعت اور تجارت کے ایک نمبر وہ دیکھتے ہیں کہ [illegible] اتنا شیشہ روئی باہر سے آیا اور اسکی قیمت [illegible] اس بار چلی گئی دوسرے سال اسکی تعداد دوگنی ہوگی ہندوستان کو ہندوستانیوں ہی کے مال سے روئی کا حق ملا۔ پہلے سال قرض لیجیے ایک تو دوسرے سال [illegible] ایک کے دو [illegible] ہے مگر حقیقت اسے نقصان کے [illegible] میں رکھنا چاہیے۔ کیا معنی کہ

دل گیا ہاتھ سے لوگوں نے کہا دل آیا

پھر منڈی اور سکہ کا ایر پھیر بھی قابل لحاظ ہے۔ ایک کروڑ وہ جسے دوسرے کو محل بھوسی کی قیمت دولیں [illegible] زرنگ یا امیروں کا مال ہیں۔ ہندوستانیوں کی اوسط آمدنی فی کس تیس روپیہ سالانہ ہے اور اہل انگلستان کی آمدنی فی کس نوسو روپیہ سالانہ یا اب ہم ہندوستانی جو ہوگئی سوئی اور انگریزی گائے رہی بیچاری کی تیلی لاغر۔ وہ راج رہتے ہیں یہ فاقے کرتے ہیں۔ اگر لیڈی صاحب نے موٹے اور دبلے کی کے پہچاننے کی عینک اپنے لیے نہ بنوائی تو ساری ہراس [illegible] ہے گا۔ نتیجہ یہ کہ ...... [illegible]

التماس منیجر:- دوسروں کی طرح ہماری عادت نہیں کہ خریداروں پر جبریہ خریدار پیدا کرنے کا بوجھ ڈالیں۔ کیا معنی کہ ہمارے خریدار ذکی الحس ہیں خود ہی خیال رکھیں گے۔ کیوں حضرات؟

مشہور عالم دواخانہ معدن الادویہ کی تیار کردہ تیر بہدف ادویہ

طلاے سفر گنجشک

اس ہو روز سو ہی سفنور بہت مفت آن اور دماغ عصب بہت عضلات [illegible] اعصاب کو طاقت پہنچانے میں اور یہ حنی مثانہ معدہ و جگر کو طاقت عظیم پیدا کرتا ہے۔ قوت مردمی کی نایاب دوا ہے جسکی تعریف حد توصیف سے باہر ہے۔ [illegible] طبیب کا قول اور یکے شہر میں علم کیا ہے اگر ماہی سقنقور کے بعد دنیا میں کوئی دوا ہے تو یہی ہے۔ [illegible] سرعت و رقت [illegible] کو دور کرتی ہے۔

قیمت فی بکس

۲۰ خوراک (عـ۸)

بالسم عنبری دوآتشہ خاص الخاص

یہ دوا حکیم صاحب [illegible] نے تیار کیا گیا ہے جو ہندوستان میں شہرت ہے پہلے [illegible] اس نسخہ [illegible] خاص طور پر تیار کیا ہے [illegible] مردم [illegible] اور ادویات سے مثل مشک عنبر [illegible] تیار کیا گیا ہے مقوی [illegible] کمزوری کو دور کرنے والا [illegible] دماغ [illegible] گردہ و مثانہ کو تقویت بخشنے والا ہے قوت مردمی کو بڑھانے والا اور [illegible] رقت و سرعت وغیرہ کو دور کرتا ہے۔

فی بوتل پانچ روپیہ (صہ)

تین بوتل کے خریدار کو ایک گلاس پیالہ مفت

طلاے سیفی

اعصاب کی تقویت میں [illegible] طاقت کو واپس لاتا ہے جن لوگوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی قوت زائل کی ہو یا کسی دوسرے خلاف فطرت افعال کی وجہ سے رگیں خراب ہو گئی ہوں انکے واسطے علم اکسیر رکھتا ہے تھوڑے عرصہ میں اپنا فائدہ دکھاتا ہے۔ مایوسوں کی امید کو بر لاتا ہے اور جملہ شکایتوں میں [illegible] اثر دکھاتا ہے اور ایسی طاقت بخشتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

قیمت فی شیشی

آٹھ روپیہ (عـ۸)

حب یاقوت مقوی ومسک

طاقت [illegible] پیدا کرنے کی نایاب دوا ہے جسکا [illegible] مشک ہے قوت مردمی کے علاوہ [illegible] خون کو بڑھاتی اور [illegible] پیدا کرتی ہے [illegible] حرارت و رقت [illegible] کو دور کرتی ہے [illegible] امید کو بر لاتی ہے بڑھوں کو لطف شباب اور طاقت میں تیزی پیدا کرتی ہے آج تک سیکڑوں [illegible] سو چکے ہیں۔ اگر باقاعدہ طریقہ پر پوری [illegible] کی جائے تو قوت ہسالک میں بھی خاصی افزونی ہو

قیمت فی بکس ۳۰ خوراک مع محصولڈاک پانچ روپیہ (صہ)

ہر قسم کا طبی مشورہ دواخانہ معدن الادویہ کی مجلس اطباء سے مفت حاصل ہو سکتا ہے صرف جوابی ٹکٹ درکار ہے

فرمائش کیوقت اخبار کا حوالہ ضرور دیجئے   منیجر دواخانہ معدن الادویہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ   فہرست کلاں مفت طلب فرمایئے

نایاب اور بیش بہا تحفہ

[illegible] اخبار [illegible] میں [illegible] کی ضرورت [illegible] نواب صاحب [illegible] اکسیر [illegible] فائدہ [illegible] بینائی [illegible] قیمت فی شیشی [illegible] محصول مفت۔

تین شیشی کے خریدار کو محصول معاف

المشتہر

حکیم سید [illegible] نواب بیت الشفاء گیا (بہار)

سچا ہمدم ودلی دوست

جب آپ کی طبیعت ناساز ہو [illegible] اور خوف کی [illegible] زندگی [illegible] ایسی حالت میں بچے ہمدم کا کام [illegible] دل کو مضبوط بنا کر دلی دوست ہونے کا ثبوت دیتی ہے آپ ایک دفعہ ضرور تجربہ کریں قیمت فی ڈبیہ [illegible] پیسہ (عـ۸)

وید شاستری جام نگر کاٹھیاواڑ

ایجنٹ اندر چند اینڈ کو چوک لکھنؤ

پری مہک تیل

دماغ کی راحت اور قوت کا ذمہ دار ہے خوشبودار ہے [illegible] بالوں کو سفید ہونے سے روکتا ہے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں نے سرٹیفکیٹ دیے ہیں [illegible] دماغی کام کرنے والے [illegible] فائدہ [illegible] کرتے ہیں [illegible] قیمت فی شیشی [illegible] محصول ذمہ خریدار۔ [illegible] کی بیٹا [illegible] ایک ہی مرتبہ [illegible] نہیں۔

منگا کے اور آزمائش کیجئے

[illegible]

مختار احمد بیڑی مرچنٹ موجد

پری مہک تیل [illegible] لکھنؤ [illegible] محصول ذمہ خریدار

مجلدات اودھ پنچ ۲۷-۱۹۲۶ء

اردو کو زندہ کرنے والے دل کو تازہ کرنے والے سیاسی ادبی اخلاقی مضامین اور کارٹون کا مجموعہ خزانہ کتب میں محفوظ رکھنے کے قابل۔ قیمت فی جلد سے مع محصول۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

ساکھ سنچارک کمپنی متھرا کی تیار کردہ ادویات

گورنمنٹ سے رجسٹرڈ

سدھا سندھو — کھانسی، ہیضہ، درد، پیٹ کے درد [illegible] دست [illegible] کے واسطے خوش ذائقہ دوا ہے جو صرف پانی میں چند قطرے ڈال کر دینے سے فوراً اثر کرتے ہیں۔ قیمت [illegible] سب جگہ بکتا ہے۔

دودھ گنج کیسری — [illegible] بلا جلن کے جڑ سے کھونے والی لاثانی دوا قیمت [illegible]

بال سدھا — [illegible] کی کمزوری کو دور کرکے بدن کو [illegible] قیمت [illegible]

اپنے شہر کے دوا فروشوں سے طلب کرو

سول ایجنٹ برائے دہلی پنجاب — بال بہار آفس چاندنی چوک دہلی

سول ایجنٹ اندر چند لکھنؤ

[illegible]

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھا[ئے]

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے
جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم مین مصنف نے
اساتذہ فن کے علم سینہ
کو
علم سفینہ بنایا ہے
یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی ورانکے گھرے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا اگو کی دھرپد اور ہوریان اس کتاب مین انسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت ہی [illegible] ابتدائے کتاب مین لکھدیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ استاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی [illegible] باسانی گت سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا [illegible] بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے استادون کا سرمایہ ناز مین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ حصہ اول کی [illegible] فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمہ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ